اُذکُرُوْ مَوتٰکم بِالْخَیْرہ

مرثیہ

کیوں وفا! ماتمِ اربابِ وفا ہو کہ نہ ہو؟

برائے

ایصالِ ثواب محسن ملت خان بہادر سید احمد علی خاں صاحب مرحوم

(جو بتقریب مجلس فاتحہ چہلم منعقدہ ۳ر جون ۱۹۵۶ء کو پیش ہوا)

بند ــــ ۳۷

مصنف

علامہ جمیل مظہری

رباعیات

افسوس! علیم نکتہ پرور نہ رہا
ذرّے تو رہے مہرِ منوّر نہ رہا
جو مرجعِ بیکساں تھا اور مکتبِ فن
وہ در نہ رہا جمیلؔ وہ گھر نہ رہا

امیدِ عزائے شہ والا کیا ہے
ہم کیا ہیں؟ ہمارا ہر عقیدہ کیا ہے
محفل سے چراغ ہی جب اٹھ جائے جمیلؔ
پروانوں کے سوز کا بھروسا کیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

کیوں وفا! ماتم ارباب وفا ہو کہ نہ ہو　　قرض کچھ اہل محبت کا ادا ہو کہ نہ ہو
نالہ فطرت کی ہے آواز رسا ہو کہ نہ ہو　　موت اک تلخ حقیقت ہے، خدا ہو کہ نہ ہو
زندگی کچھ بھی نہیں اُس کا اثر کچھ بھی نہیں
تحفۂ راہ بجز گردِ سفر کچھ بھی نہیں

(۲)

زندگی نام ہے جس کا وہ نمودِ ابتر　　موت انجام ہے جس کا وہ جہادِ اکبر
ایک چڑھتے ہوئے سیلاب میں تنکے کا سفر　　ہر نفس رحم پہ موجوں کے اِدھر اور اُدھر
کبھی گرداب کے اندر کبھی ساحل کے قریب
موت کھولے ہوئے منہ خطرۂ حائل کے قریب

(۳)

عشق نے کچھ نہ دیا روح کو ذلت کے سوا　　ہر حقیقت ہے غلط چشم بصیرت کے سوا
یہ بیاں کیا ہے جمیلؔ آپ کی حیرت کے سوا　　کھیلئے اور بھی ہیں لفظ حقیقت کے سوا
ذہن بیدار کو اتنی نہ اذیت ہوتی
رحم اِس لفظ پہ کرتے تو عنایت ہوتی

(۴)

حیف اے شاعرِ گم گشتہ صحرائے خیال
ذوقِ عرفاں کو طلسماتِ بصیرت سے نکال
ہے تری گردِ نظر محرمِ آئینۂ حال
کہ زوالے بکمال است و کمالے بہ زوال
وقفۂ جنگِ راہِ عمل کچھ بھی نہیں
زندگی بھیس بدلتی ہے اجل کچھ بھی نہیں

(۵)

ایک بازیچہ ہے میدانِ تفکر اب تک
دامِ الفاظ کا قیدی ہے تصور اب تک
ذہنِ جویائے سبب کو ہے تحیر اب تک
ایک حالت پہ ہے آئینِ تغیر اب تک
یہ تو ظاہر ہے کہ پابندِ تعین ہے یہ
کس میں جرأت ہے جو کہہ دے کہ تلوّن ہے یہ

(۶)

گمرہی شوق کی کرتی ہے بصیرت کو سلام
ایک ظلمات نظر ہے مہ و انجم کا نظام
ہو چکے چاک تجلی کے حجابات تمام
مگر اُلٹی نہ حقیقت نے نقابِ اوہام
اک اندھیرا ہے جہاں تک بھی نظر جاتی ہے
عقل گھبرا کے سرِ راہ ٹھہر جاتی ہے

(۷)

اہلِ حکمت نہ مرض کو نہ دوا کو سمجھے
اور نہ بے مائگیِ لفظِ دعا کو سمجھے
کون سرِ رشتۂ قانونِ فنا کو سمجھے
وہی اس راز کو سمجھے جو خدا کو سمجھے
کیا کہے نطق جو تا حدِ بیاں جاتا ہے
شمع بجھتی ہے تو نور اس کا کہاں جاتا ہے

(۸)

زندگی چند عناصر کی اک اُفتاد سہی　　موت! بے ربطی شیرازۂ اضداد سہی
اس پہ کچھ بس نہیں انساں کا تو فریاد سہی　　دو گھڑی جورۂ سوزِ دلِ ناشاد سہی

اس میں کیا فلسفہ سود و زیاں ہوتا ہے
آگ سینوں میں سلگتی ہے دھواں ہوتا ہے

(۹)

قافلہ وقت کا ہے تیز عیاذاً باللہ　　دل بدلتے ہی بدلتی ہے مسافر کی نگاہ
صبر فطرت کا وہ افسوں ہے نہیں جس کی پناہ　　ہے غنیمت جو ملے چند نفس فرصتِ آہ

نہیں رونے کی بھی انسان کو مہلت توبہ!
کتنا بے رحم ہے قانونِ طبیعت توبہ!

(۱۰)

اس نے سر رشتۂ پیمانِ وفا بھی توڑا　　اس نے آئینہ قلبِ عُرفا بھی توڑا
اس نے کنبے کی اُمیدوں کا دیا بھی توڑا　　اس نے بوڑھوں کی ضعیفی کا عصا بھی توڑا

اس نے ماؤں کے کھلونے بھی بہت توڑ دیئے
اس پہ یہ ظلم کہ ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دیئے

(۱۱)

عمر بھر کوکھ جلی ماں کو بھی رونے نہ دیا　　زخمِ پژمردہ کو اشکوں سے بھگونے نہ دیا
دل کو بوجھ اپنی شکایات کا ڈھونے نہ دیا　　جان اپنی تھی امانت اُسے کھونے نہ دیا

چھین لی روح سے جذباتِ عزا کی پونجی
دے دیا صبر مگر لے لی وفا کی پونجی

(۱۲)

بسکہ ہے صبحِ ازل سے یہی قدرت کا مزاج　　نہیں اشکوں کے سوا دردِ جدائی کا علاج
چند اربابِ محبت جو یہاں جمع ہیں آج　　محسنِ قوم کو دیتے ہیں عقیدت کا خراج

اُس کا ماتم ہے رہا قوم پہ احساں جس کا
سایۂ رحمتِ اللہ تھا داماں جس کا

(۱۳)

حسرت اے قومِ علیم سخن آرا نہ رہا　　جس سے زینت تھی فلک کی وہ ستارا نہ رہا
خستہ حالوں کا ضعیفوں کا سہارا نہ رہا　　راکھ کا ڈھیر ہے دنیا کہ شرارا نہ رہا

رونقِ مجلسِ اربابِ ادب کیا ہوگی
بجھ گئی شمع تو پھر قسمتِ شب کیا ہوگی

(۱۴)

جس نے دامن میں بھرے ہند کے گلہائے عجم　　اب ہے وہ سایہ نشینِ شجرستانِ ارم
بسکہ تھا ایک قدم فاصلہ ملکِ عدم　　اٹھ گیا گلشنِ ہستی سے مثالِ شبنم

خُلق و ایثار کی تاریخ بنانے والا
نازِ سائل کی خموشی کا اُٹھانے والا

(۱۵)

ہائے وہ بندۂ مقبولِ خداوندِ جلیل　　وہ یتیموں کا مُربّی وہ غریبوں کا کفیل
جس کا اندازِ کرم رحمتِ خالق کی دلیل　　جس سے جاری ہوئی الفاظ و معانی کی سبیل

دانش و زُہد نے ڈالا یہیں بستر اپنا
تشنگی ذوق کی بھرتی رہی ساغر اپنا

(۱۶)

جانِ مجلس جسے کہیے وہ عزادارِ حسینؑ — زندگی بھر جو رہا خادمِ سرکارِ حسینؑ
شہر میں جس کا عزاخانہ تھا دربارِ حسینؑ — جس پہ تھی سایہ فگن عظمتِ کردارِ حسینؑ
فاضلِ طین سے دراصل تھی ہستی جس کی
اشکِ سجادؑ سے گوندھی گئی مٹی جس کی

(۱۷)

زندگی جس کی بہ افضالِ رسولِ آمدنی — اک شجر تھی کہ ملی جس سے ہمیں چھاؤں گھنی
وہ زباں جس نے کبھی کی نہیں خاطر شکنی — خلق وہ خُلق جو تھا پیروِ خُلقِ حسنی
بھول کر بھی نہ غریبوں سے کبھی رُک کے ملے
یعنی جس سے بھی ملے ہنس کے ملے جھک کے ملے

(۱۸)

جس کے سینے سے اُٹھے دردِ محبت کی ہوک — دیکھ سکتا نہیں وہ بندۂ مجبور کی بھوک
خادموں سے بھی کیا آپ نے بیٹوں کا سلوک — مانگی خردوں سے معافی ہوئی سہواً بھی جو چوک
پیشِ خیمہ تھیں عطاؤں کا سزائیں ایسی
جن پہ رحمت کو بھی پیار آئے خطائیں ایسی

(۱۹)

اپنے شاگردوں کو فیضانِ نظر دے کے گئے — دوستوں کو تپشِ دردِ جگر دے کے گئے
قوم کو نخلِ ریاضت کا ثمر دے کے گئے — دلِ ایماں کو محبت کا شرر دے کے گئے
زندگی چھاؤں میں تاروں کی بہ منزل پہنچی
شبِ ضربت تھی کہ کشتی لبِ ساحل پہنچی

(۲۰)

نورِ مطلق کے ڈھنڈلکے میں بہ ہنگامِ سحر　　اٹھ گیا دہر سے وہ مردِ بزرگ و برتر
جس کے دامن سے یتیموں کو ملی بوئے پدر　　آئی بالیں سے یہ آواز، مبارک ہو سفر

گھر سے نکلے تھے کہ جنت کی ہوا آنے لگی
پَر جبریل کی طوبےٰ سے صدا آنے لگی

(۲۱)

گرچہ تھا پیر مگر قلب اعزّہ ہیں دو نیم　　دل ہیں بیٹوں کے تپاں حال ہے بیٹی کا سقیم
ہے مگر مجھ کو یہ ماتم کہ ہوئی قوم یتیم　　تعزیت قوم کو دیتا ہے مرا ذوقِ سلیم

موت نے تجھ کو یہ دن سخت دکھایا اے قوم
اٹھ گیا سر سے ترے باپ کا سایا اے قوم

(۲۲)

اور وہ قوم کی مخدومۂ عالی درجات　　جن کی تاریخِ وفا ساٹھ برس کی خدمات
زندگی جن کی ہے اک آہِ مسلسل دن رات　　قبر سے بڑھ کے ہے یہ گوشۂ تاریک حیات

کون ہے وہ جو انھیں صبر کی تلقین کرے
کس میں ہمت ہے کہ اس سوگ کی توہین کرے

(۲۳)

ہمہ تن نالہ خاموش ہے آج ان کا وجود　　توڑ سکتی نہیں گو روح عناصر کے قیود
پھر بھی کوشش ہے کہ کر جائے بتدریج صعود　　بھیجے آلِ محمدؐ پہ سلام اور درود

جن کی سیرت ہے سہارا دلِ غمگیں کے لیے
اک اثر چھوڑ گئے روح کی تسکیں کے لیے

(۲۴)

ہے اعزائے گرامی سے یہ عرض مختار　　غم سے مایوس نہ ہونا ہے ائمہ کا شعار
دلِ غم دیدہ پہ کھلتے ہیں خدا کے اسرار　　غم کی یہ علت غائی ہے کہ دل ہوں بیدار

یہی معراج ہے جذبات کے طوفانوں کی
کھڑکیاں کھول دے فطرت کے نہاں خانوں کی

(۲۵)

اپنی ماں سے بھی یہ کہنا ہے کہ انا للہ　　موت بھائی کی ہے ہر چند ملالِ جانکاہ
مضطرب پھر بھی نہ ہوں آپ کہ نازک ہے یہ راہ　　شورِ ماتم بھی گناہ اور خموشی بھی گناہ

یہ شریعت پہ ہے ظلم اور وہ محبت پہ ہے ظلم
متوازن نہ ہوں جذبات تو فطرت پہ ہے ظلم

(۲۶)

جو بزرگوں نے سکھایا وہ چلن یاد رہے　　سیرتِ خواہرِ سلطانِ زمن یاد رہے
ایک غربت کدۂ رنج و محن یاد رہے　　روئیے بھائی کو لیکن وہ بہن یاد رہے

جس کو جی کھول کے رونے کی بھی فرصت نہ ملی
بھائی کی لاش تک آنے کی اجازت نہ ملی

(۲۷)

ہائے وہ تشنہ و مظلوم و دل افگار بہن　　بے کس و بے وطن و خستہ و ناچار بہن
بھائیوں اور بھتیجوں کی عزادار بہن　　اک لٹے قافلے کی قافلہ سالار بہن

جس کو سونپی گئی کنبے کی امانت وہ بہن
صبر جس کا ہوا تفسیرِ شہادت وہ بہن

(۲۸)

تیز حالات کی رفتار تھی روتی کیونکر ابھی بھائی نہ خنجر تھا کہ لٹنے لگا گھر
دفعتاً ہوگئی مقتل کی فضا خاک بسر پہنچی اٹھتے ہوئے شعلوں کی زبانی یہ خبر

خیمۂ پاک شہ جن و بشر جلتا ہے
کل جو تھا مہبطِ جبریل وہ گھر جلتا ہے

(۲۹)

گرتی پڑتی جو گئیں سوئے خیامِ ابرار دیکھا آنکھوں سے کہ لٹتی ہے حسینی سرکار
شعلے اُٹھ اُٹھ کے ہوئے جاتے ہیں بچوں پہ نثار دوڑیں اُس سمت سُنی فرض کی جس سمت پکار

آگ کی زد سے یتیموں کو نکالا آکر
غش جو بیمار کو آیا تو سنبھالا آکر

(۳۰)

آپ کی روح پہ یا حضرتِ زینبؑ ہو سلام صبر میں آپ کا ایوبؑ سے اونچا ہے مقام
اپنے بچوں کو کیا فدیۂ روحِ اسلام لاشیں آئیں بھی تو ہاتھوں میں رہی دل کی زمام

خود تو کیا عترتِ اطہار کو رونے نہ دیا
دو گھڑی بھی تو دلِ زار کو رونے نہ دیا

(۳۱)

آپ کی مدح میں اوراق تواریخ و سیر کیوں نہ زرّیں ہوں کہ تھی آپ میں شانِ حیدرؑ
آپ عورت تھیں، جہاد آپ پہ ساقط تھا مگر آپ کا جوشِ خطابت تھا جہادِ اکبر

معرکہ نطق نے اعدائے محارب سے کیا
دونوں بیٹوں نے جہاد آپ کی جانب سے کیا

(۳۲)

آپ مضطر بھی ہوئیں آپ پریشاں بھی ہوئیں　　سوگوارِ الم شاہِ شہیداں بھی ہوئیں
مگر اس حال میں بچوں کی نگہباں بھی ہوئیں　　اپنے بیمار بھتیجے کے لیے ماں بھی ہوئیں

سیّدہ آپ نے ہمت سے بڑا کام لیا
سیّدہ آپ نے گرتا ہوا گھر تھام لیا

(۳۳)

بے کسی تھی حرمِ سیدِ ابرار کے گرد　　خاک اڑاتی تھی ہوا مقتلِ احرار کے گرد
خوں سے بھیگا ہوا رن لشکرِ اشرار کے گرد　　خیمۂ سوختۂ عترتِ اطہار کے گرد

رات بھر آپ کا پھرنا وہ طلایہ رن میں
تا سحر نورِ الٰہی کا وہ سایہ رن میں

(۳۴)

رن سے چلنے جو لگا قافلہ اہلِ حرم　　کس کی ہمت نے دیا اس کو سہارا اس دم
معجزہ عزم کا تھا آپ کا ضبطِ پیہم　　بھائی کی لاش سے رخصت ہوئیں بادیدۂ نم

مامتا کو غمِ مقصد نے مگر گھیر لیا
لاشیں بیٹوں کی نظر آئیں تو منہ پھیر لیا

(۳۵)

آپ کے حق کی قسم سیّدۂ عالی جاہ　　آپ کے صبر پہ فطرت کے مناظر ہیں گواہ
تیرگی شامِ غریباں کی وہ اِنّا للہ　　اور وہ تپتے ہوئے صحرا کا سکوتِ جاں کاہ

سب یہ کہتے ہیں کہ راضی بہ رضا تھیں زینبؑ
فاتحِ معرکۂ کرب و بلا تھیں زینبؑ

(۳۶)

سیدہ آپ کی لونڈی ہیں ہماری مائیں　　اپنے سینے کی تپش ان کو عطا فرمائیں
تا کہ یہ دین کی خدمت میں یونہی کام آئیں　　آپ کی سیرتِ کبرا پہ فدا ہوجائیں

حق پہ آنچ آئے تو اولاد کو قرباں کردیں
خوں سے بچوں کے ہری کشت شہیداں کردیں

(۳۷)

بس جمیلؔ اشک گلوگیر وفا ہے اس وقت　　جوش پر تلزم جذبات عزا ہے اس وقت
سب دعا مانگتے ہیں وقتِ دعا ہے اس وقت　　کہ شہنشاہ کا دربار کھلا ہے اس وقت

تم بھی ماموں کے لئے قصرِ جناں اب مانگو
اور ماں کے لئے سوزِ دل زینبؑ مانگو

☆☆☆

رباعی

دیکھا اثرِ غبارِ ایام اُس میں
دیکھا داغِ سجودِ اصنام اُس میں
کردارِ حسینؑ ایک آئینہ ہے
منہ دیکھ رہا ہے دینِ اسلام اُس میں